

وادی ابراہیم کے روح پرور مناظر

عرفات

منی

حجر اسود

بات جو گزری ہوئی ہے، اُسے کیسے پھپاؤں، روایات کی روشنی میں حجر اسود جو کچھ میرے لئے تھا اس باب میں اپنے نقطہ نظر کا ذکر کر چکا ہوں، میرے لئے وہ نمائندگی کر رہا تھا، آدم و شیتہ، ادریس و نوح کے ساتھ ساتھ قوموں کے امام ابراہیم خلیل اور ان کے فرزند ذبیح علیہم السلام کے مبارک ہاتھوں کی بھی اور یقین کی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا کہ اور کسی جگہ کے متعلق کچھ بھی کہا جائے لیکن بغیر کسی شک و شبہ کے کعبہ کا یہ وہی پتھر ہے، جسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کے لمس اور لب اقدس کی تقبیل کی سعادت قطعی طور پر حاصل ہوئی ہے۔ الغرض ایمان کی آنکھوں سے تو نہ پوچھئے کہ ذہن کہاں کہاں تک پہنچتا تھا، اور اڑتا ہوا دماغ کن بلندیوں کو چھو لیتا تھا، سچ تو یہ ہے کہ مخلوقات سے گزر کر خالق تک کے عین (دست راست) کی تجلی اسی سیاہ پتھر سے تڑپ تڑپ کر نکل رہی تھی، اور ایمان کی آنکھ یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی لیکن اسی کے ساتھ اب کیا بتاؤں کہ پہلی دفعہ رات کی پھلی گھڑیوں میں جب حجر اسود کے چومنے کی سعادت سے سرفرازی میسر آئی تو اس وقت میں نے کیا پایا، کوئی تشبیہ سمجھ میں نہیں آتی، کچھ ایسا معلوم ہوا کہ کوئی بھلی تھی جو چاندی کے پتروں میں مڑھے ہوئے اس کا لے پتھر کے ان ٹکڑوں سے مرے ظاہر و باطن میں جذب ہو گئی۔ ناقابل بیان سرور و نشاط کا ایک کیف مجھ پر تھا جو میرے وجود میں پھیل چائے ہوئے تھا، ایک حال تھا، نہیں کہہ سکتا کہ کیا حال تھا، باہر کی کوئی تاثیر تھی یا ایمانی مشاہدات کے نتائج نے ناسوتی رنگ اختیار کر لیا تھا، لیکن بات کچھ اسی رنگ میں پیش آئی۔

لاکھوں کی اس بھیڑ میں سب سے بڑی محرومی اپنی یہ محسوس ہوتی تھی کہ براہ راست حجر اسود کی تقبیل و

میں یعنی برسہ دینے کی آرزو دل ہی دل میں رہی باقی تھی، خیال آتا تھا کہ از آدم تا قائم حضرات انبیاء علیہم السلام کے دست مبارک کی قائم مقامی جو پتھر کر رہا ہے، تو اتر کی روشنی میں جانتا ہوں کہ ان بزرگوں کی تقبیل و لمس سے خانہ کعبہ کا یہ پتھر مشرف ہے، اس کو چومنا اور اس پر ہاتھ رکھ کر کلمہ شہادت و دعوت کے عہد و میثاق کی تجدید کی تمنا دل کو ترپا رہی تھی۔ "یہ اللہ فوق اید یصلہ" کا قرآنی اشارہ حوصلہ میں اور بلندی پیدا کرتا تھا، صحیح حدیثوں میں پڑھا تھا کہ کعبہ کی دیوار کا یہ پتھر آسمان و زمین کے خالق و مالک کا یمن اور سیدھا ہاتھ ہے، اللہ اللہ! اللہ کا دایہ ہاتھ بڑھا ہوا تھا، وہی ہاتھ جو اول سے آخر تک سارے انبیاء کے مبارک و مقدس ہاتھوں پر تھا۔ جی چاہتا تھا کہ اسی کے ساتھ لیٹ جاؤں، پکڑ لوں اس ہاتھ کو، کہ پھر وہ ہاتھ سے نہ چھوٹے لیکن انسانوں کا طوفان تھا جو اس پتھر کے ارد گرد ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ گھسنے والے بھیڑ کو پھرتے پھاڑتے سنگ اسود تک پہنچنے کی کوششوں میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سب کچھ کھو بیٹھے ہیں۔ خواجہ حافظ کی مشہور غزل کے اشعار محسم ہو کر سامنے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کھڑے ہیں، گویا ان کے قلم نے ٹھیک اسی موقع کی تصویر کھینچی ہے۔ فرماتے ہیں :

کہ می رقصند باہم مست و ہشیار
حریفان رانہ سرماند و نہ دستار

چہ رہ بود اینکہ زودر پردہ مطرب
ازیں افیوں کہ ساقی درے انگند

دیکھتا تھا اور دل کہتا تھا ۔

چہ سنجید پیش عشق کیسا کار

خسرو ہر چند نقد کائنات ست

’عشق کیسا کار‘ کی گہری بازار کا حال دیکھنے سے ہی تعلق رکھتا تھا، نہ بڑوں کی بڑائی باقی تھی اور نہ چھوٹوں کا چھٹ پنا، لوگ تھے کہ گرے پڑتے تھے، اور پکارنے والا پکار رہا تھا ۔

بزدور زر میسر نیست این کار

سکند رانی بخشند آبے

یہ مبالغہ نہیں واقعہ ہے، اپنی آنکھوں دیکھی بات ہے، کہ لاکھوں میں نہیں تو یقیناً ہزاروں میں چند وہی خوش قسمت تھے جو کسی نہ کسی طرح انسانی بزم و راج کو پھرتے پھاڑتے کعبہ کے اس سیاہ پتھر تک براہ راست پہنچنے میں کامیاب ہوتے تھے، دردناک منظر غریب نجدی حاجیوں کا تھا، سنگدلی میں حالانکہ انکی شہرت ہے۔ لیکن اس سیاہ رنگ کے عشق میں ہم دیکھتے تھے، کہ آج بجائے دل کے ان کے سرگرم یا پتھر کے بنے ہوئے تھے۔ سعودی حکومت کی پولیس کے جوان ہاتھوں میں بیدئے ہوئے حجر اسود کے گرد کھڑے ہوئے تھے، نجدی دیوانہ حاجی ہر چیز سے بے پروا ہو کر استسلام کو ناکافی ٹھہراتے ہوئے حجر اسود کی تقبیل کے

لے یعنی بجائے برسہ کے دور سے حجر اسود کی طرف اشارہ بھی شرعاً جو کافی سمجھا جاتا ہے، نجد کی وادی والوں کے نزدیک وہ

لئے جان پر کمیل کر جب حجر اسود تک پہنچ جاتا اور بوسہ کیلئے اپنے سر کو جھکاتا کہ اچانک تڑاڑ اٹھائی
بے وردی کے ساتھ نجدی پولیس کے سپاہی کی بید اس غریب کے سر پر برسے گئی۔ بید پر بید سپاہی
مارتا جا رہا ہے۔ لیکن پتہ چلتا تھا کہ ان کو نجدی حاجی پھول سمجھ رہا ہے، اور سنگ اسود کیساتھ لپٹا ہوا ہے۔

منی
اسماعیل کی قبرستان گاہ

الغرض کتابوں میں پڑھے ہوئے تاریخی مقامات یا جو سنے ہوئے تھے، اب
دیکھے ہوئے بنتے چلے جا رہے تھے۔ بڑھتے ہوئے سامنے قربانی کا وہ
میدان (محر) منی نام والا بھی آہی گیا، اسی دادی میں دو باپ بیٹے ابراہیم خلیل و
اسماعیل ذبیح دونوں اللہ کے ان راستباز مخلص بندوں نے اس دین کا پہلا سنگ بنیاد نصب کیا تھا،
جس دین کے ماننے والوں کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ اپنا سب کچھ اسی کے سپرد انہوں نے کر دیا۔
جس کا سب کچھ ہے، جو قرآنی الفاظ "اسلما و تلتہ للجبین" جب دونوں باپ بیٹے مسلمان ہو
گئے اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل ٹیک دیا۔ کا کھلا ہوا اقتضاء و مفاد ہے، اسی دن کے "اسلما"
نے اس دین کو پیدا کیا جس کا نام "اسلام" ہے۔

بہر حال ہم "اسلام" سپردگی تمام "کلی تفویض" والی اس دادی میں آخر پہنچ ہی گئے۔ یہ ایک غیر تلباد
مقام تھا، لیکن چند دنوں کیلئے دنیا کے بڑے سے بڑے شہر کی آبادیوں سے دعویٰ ہم سری کرنے لگتا ہے۔
سنگین یک منزلہ دو منزلہ مکانوں کی دو طرفہ قطاروں کے بیچ میں اوسط درجہ کی خام سنگریزوں سے
بھری ہوئی ایک سڑک نکلتی ہے۔ صحیح طور سے یاد نہیں رہا یا دیکھنے کا موقع نہ ملا کہ اس سڑک کے دوویہ
مکانوں کا جو سلسلہ ہے۔ ان کے سوا بھی دوسری سمتوں میں مکانات ہیں یا نہیں، ہمارے اونٹ اسی مرکزی
سڑک میں داخل ہو گئے، شروع میں ایک ترشے ہوئے پہاڑ کے پاس حجرة العقبة ملا، جمال ہمارے
اونٹ کا چلانے والا جو راستہ بھر "میزان" "میزان" کی صداؤں سے کان کو بہرہ کئے ہوئے تھا یعنی
ہر تھوڑی دیر بعد ہم شخف نشینوں کو حکم دیتا کہ وزن برابر رکھو کسی ایک طرف زیادہ بار نہ ڈالو اسی جمال
نے "شیطان اکبر" یا برے شیطان کا نعرہ مارا۔ برے بڑے کے ہندی لفظ کا عربی تلفظ تھا۔ شتر سوار
اس کے ہندی ہیں ان کی رعایت کر کے عربی کا گویا ہندی میں ترجمہ کر رہا تھا اور اتنی ہندوستانی زبان
(اردو) سے تقریباً مکہ اور مدینہ میں کاروبار کرنے والے بہر حال واقف ہوتے ہیں۔

وہ آگے بڑھا اور شیطان اوسط" یا منجھلے شیطان کی علامت ایک مخروطی گول تودے کی
شکل میں جو بھتی اسی کے آس پاس کسی جگہ اونٹ کو ٹھہرایا۔ معلوم ہوا کہ ہم لوگوں کے اترنے کی جگہ منجھلے شیطان
کے پڑوس ہی میں مقرر کی گئی الجنس الی الجنس میل کی ستم ظریفی کے سوا بخت و اتفاق کے اس دلچسپ حادثہ

کی تو جیہہ اور کیا کی جائے —

خیر اب جو کچھ بھی سمجھئے، اتارے گئے ہم لوگ منجھلے شیطان کے قدموں ہی میں، دن کا آخری حصہ تھا، جس طرح سب نے گزارا ہم نے بھی گزارا، کوئی خاص بات قابل ذکر پیش نہ آئی، صبح ہوئی، اونٹ موجود تھے۔ اب تلاش جستجو کی حاجت نہ تھی، خیرہ خرگاہ سب لڑ گیا اور اس دادی کی طرف انسانوں کا سیلاب چل پڑا جس میں تاریخ کے نامعلوم زمانہ سے نسل انسانی کی غیر معمولی تعداد اکٹھی ہوتی رہی ہے۔ اور انشا اللہ رہتی دنیا تک ہوتی رہے گی، چلے جا رہے تھے، صبح کا سہانا وقت تھا، بے آب و گیاہ، بے سنگ و میل دادی کے ان چٹیل میدانوں میں جن میں شمالاً و جنوباً و شرقاً و غرباً پست پہاڑیوں کی قطاریں پھیلی ہوئی تھیں۔ خیال آتا کہ یہ کتنا بڑا میدان ہے۔ پھر سو سو ہوتا کہ دنیا میں میلوں ٹیلوں کی کیا کمی ہے۔ قوموں کی یہ عام عادت ہے، دل جواب دیتا، دیکھنے کی بات یہ نہیں ہے کہ کتنے لوگ جمع ہوئے، بلکہ سوچنے کا مسئلہ یہ ہے کہ انسانیت کا یہ اجتماع کس کیلئے ہو رہا ہے۔

ناچنے، گانے بجانے، تھرکنے، پینے پلانے، کھیل کھیلنے کے مخلوط و غیر مخلوط میلوں کو تو جانے دیجئے، دین اور دھرم کی چھاپ جن میلوں اور ٹھیلوں پر لگائی جاتی ہے یا لگی ہوتی ہے۔ دین ہی کے نام پر لوگ اکٹھے ہوتے ہیں، اس باب میں ان کا حال کیا ہے؟ واقعہ تبارک ہے کہ جمع ہونے والے جہاں کہیں بھی جمع ہوتے ہیں کسی مخلوق ہی کے نام پر جمع ہوتے ہیں۔ یلہ اور یولہ کے داغ سے کسی کا دامن پاک نہیں، الا یہ کہ زمین کے اس سارے کمرہ پر ایشیاء، افریقہ، یورپ و امریکہ کے بیچ میں عرفات ہی کے میدان کا میلہ وہ میلہ ہے جس میں اکٹھے ہونے والے بلا خوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ "کائنات کے خالق قدس" اور صرف کائنات کے خالق قدس ہی کی بزرگی اور بڑائی کے نعروں کے ساتھ اکٹھے ہوتے ہیں، اس کے قدموں پر روٹنے کیلئے زندگی کی ساری کوتاہیوں کی تلافی کیلئے چلے آتے ہیں، ہند سے، سندھ سے، چین سے، مچھین سے، ترک سے، تاجیک سے، مراکوسے، فاوران (روس) اور افریقہ کے مغربی شمالی و جنوبی حصوں سے تیونس سے سوڈان سے مصر سے اور لیبیا سے اور کیا کیا بتایا جائے کہ کہاں کہاں سے کن کن راستوں سے عمران تمدن سے ان دور افتادہ مقامات سے بھی، جہاں اسٹیشن تک پہنچنے والے کبھی کبھی دنوں میں نہیں مہینوں میں پہنچتے ہیں، کچھ اسی قسم کے خیالات میں ڈوبے ہوئے ہم بالآخر اس "موقف اعظم" تک پہنچا ہی دئے گئے جہاں کے وقوف اور قیام کے بغیر حج کے قالب میں حج کی روح پیدا نہیں ہوتی۔ یہی حج کا رکن اکبر ہے، جس کے بغیر کسی کا حج، حج نہیں ہوتا۔

حد نظر تک جہدم دیکھنے گر دن موڑ بیٹے خیموں کے جنگلوں کے سوا اور کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔

خیمے ہی خیمے، نہ ایک درخت، نہ کوئی بھاڑی، نیچے ریت اوپر آسمان، اور زمین کی پشت پر طنابوں سے بندھے ہوئے، حجاج کی بارگاہیں۔

عرفات مشہد کا سماں

ایک طرف دن بھی گچھتا چلا جا رہا تھا، اور اسی نسبت سے دل بھی گچھل رہے تھے، اللہ اللہ خیموں کے اندر کی چیخ و پکار، گریہ و بکا، نالہ و زار، توبہ و استغفار شاید زمین بھی کانپ رہی تھی۔ آسمان بھی تھرا رہا تھا، آہستہ آہستہ ایک دوسرے سے بیگانہ ہوتے ہوئے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی مخلوق کو دوسری مخلوق کی خبر نہیں ہے۔ سامنے سب کے گویا صرف ان کا ارحم الراحمین، غافر الذنب، قابل التوب، الغفور الرحیم خالق کے سوا کوئی دوسرا باقی نہ رہا تھا۔ اپنے دہقان کے شخصی آئینے میں مجھے تو کچھ ایسا دکھائی دے رہا تھا، کہ ہر ایک کا ماضی، حال کے مرقع میں کھینچ کر ہر ایک کے سامنے گویا کھڑا ہے، خیر کے متعلق تو نہیں کہہ سکتا لیکن قرآنی آیت: یومئذ کل نفس ما عملت من خیر یحضرہا معہا عملت من سوء۔ (ہر شخص نے جو کچھ بھلا کر کیا ہے، اس دن اس کو حاضر پائے گا۔) میں سور (برائی) کے جس ثانوی بروز و ظہور کی اطلاع دی گئی ہے۔ اس واقعہ کی ایک جھلک آج دکھائی جا رہی تھی۔ اوریوں اس حال میں یومئذ یصدرون الناس اشتاتاً لیومئذ یحضرہم۔ (اس دن واپس ہوں گے لوگ بکھرے ہوئے تاکہ دیکھیں اپنے کرتوتوں کو) کا استقبالی نظارہ بھی جھلک رہا تھا۔ گویا یوں سمجھئے کہ ماضی حال اور حال مستقبل بنا ہوا تھا۔ تینوں زمانے ایک دوسرے میں آج مدغم اور مندمج ہو کر ایک ناقابل بیان کیفیت کو پیدا کئے ہوئے تھے۔

دیوانوں کے لئے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ "ہو بس" ہوتی ہے، پھر جہاں ماد ہو، شور و غل کے ہنگاموں کا یہ حال ہو سوجا جاسکتا ہے، کہ عقل سوختوں پر ان کا کیا اثر ہو سکتا تھا۔ ہمارے بچپانے والے رفیقوں کیلئے "جہول مطلق" بن جانے یا بنائے جانے کی زحمت میں رحمت کا جو خفی پہلو تھا، اب سامنے آیا۔ اخذتہ العزۃ بالاشعر۔ (پکڑ لیا عترت (کے خیال) نے اس کو گناہ کے ساتھ) کے نفسیاتی زرخیز ہی گویا کٹ چکی تھی، مولویت، پروفیسریت، خطابت اور خدا جانے اور کیا کیا بلا اس قسم کے جتنے لفافے اوپر سے چڑھے ہوئے تھے، پھٹ پھٹ کر عرفاتی جھونکوں کی نذر ہو چکے تھے۔ کتابوں میں داؤی عرفات میں آنے والی عرفاتی بستیوں کے ہوتا رہی احوال یا نعرے پڑھنے میں آئے تھے ایک ایک کر کے آج یاد آتے چلے جاتے تھے، سب سے زیادہ دھننے والا جس پر سردھن رہا تھا اور اس راہ کے مشہور راہی فضیل بن عباس نور اللہ روح و خریجہ کے قلب مبارک کی پکار اسی داوی میں اسی دن، ان کی جان کی یہ بے پناہ کراہ، واسوۃ مان عفرت ہے۔ (اے میری رسوائی خواہ تو مجھے بخش ہی کیوں نہ چکا ہو) یاد آ کر ترپا ترپا دیتی

حق معلوم ہوتا تھا کہ اہل اہل کہ فطرت کی باطنی گہرائیوں سے "واحسوتا علی ما فرطت فی جنب اللہ وان کنت لمن الشاخرین" (انہوں سے اپنی ان زیادتیوں پر جس کا اللہ کے پہلو میں مرکب ہوا اودھا مذاق اڑانے والوں میں) کی موبیں آ آ کر ندامت و خجالت میں غوطے پر غوطے دیتی چلی جا رہی تھیں اودھ کیا کیا بتایا جاتے کہ کن کن پر کیا کیا گزر رہا تھا، اب آفتاب مغربی افق کے آخری کنارے تک پہنچ چکا تھا، کیلئے خون تھے، آفتاب سُرخ تھا، حسرت و یاس کی نگاہ سے ۹ ذلحجہ کے اس تاریخی دن کو ہر ایک رخصت کر رہا تھا۔ زندگی بھر کا سودا تھا، جو آج چکایا جا رہا تھا، آنے والوں کو یہاں تک پہنچنے کا موقعہ خدا ہی جانتا ہے کہ کیسے مل گیا تھا۔ کون جانے کہ ختم ہونے کے بعد عرفات کے اس میدان میں مغفرت و آمرزش عام کے اس پاک دن کے گزارنے کا موقعہ ملے گا، بے ساختہ سینوں سے چٹخیں نکل رہی تھیں، بلبلا نے والے بلبلا رہے تھے، رو رہے تھے، چلا رہے تھے۔



موتیاروک

• موتیاروک موتیابند کا بلا ایشین علاج ہے۔

• موتیاروک دھند بھالا، بھولا، لکڑوں کیلئے بھی بے حد مفید ہے۔

• موتیاروک بنیادی کو تیز کرتا ہے اور چشمہ

کی ضرورت نہیں رکھتا۔

• موتیاروک آنکھ کے ہر مرض کیلئے مفید ہے۔

بیت حکمت

لواری منڈی - لاہور

نایاب کتابیے

- ۱۔ فیض الہادی شرح بخاری مستقل قیمت --- روپے
- ۲۔ نصف الزیلع کل جدید --- ۵۰
- ۳۔ مرتبہ جلد اول و دوم --- ۲۰
- ۴۔ آثار السنن --- ۶
- ۵۔ کتاب حیا الانبیاء --- ۲۰

ادارہ معارف اسلامیہ
مبارک پورہ سیالکوٹ

وصاحت

• بعض حضرات ساحد میں لاڈ سپیکر لگا کر نعت خوانی وغیرہ کے ذریعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خشک کا نام صراحتاً استعمال کر کے یا صرف مدرسہ اکوڑہ یا دارالعلوم اکوڑہ کے نام سے لوگوں کو اشتباہ میں رکھ کر چندہ جمع کرتے ہیں۔ لہذا اہل خیر حضرات کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ ان حضرات کو دارالعلوم حقانیہ کیلئے چندہ نہ دیں۔

• دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خشک کی طرف سے چند مستقل سفیر مقرر ہیں جن کے پاس شناختی کاغذات، ہر شدہ رسیدیں اور روٹیداد وغیرہ ہوتی ہیں اور وہ چندہ لیتے وقت ایک ایک پائی کی رسید دیتے ہیں۔

• رقم کی وصولی پر دفتر اہتمام (دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خشک) سے بھی ایک رسید روانہ کی جاتی ہے۔

• دارالعلوم حقانیہ کی طرف سے کوئی سفیر غیر مالک میں نہیں بھیجا گیا، غیر مالک کے اہل خیر حضرات بذریعہ ڈاک دارالعلوم کی امداد کر سکتے ہیں۔

سلطان محمود ناظم دفتر اہتمام
دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خشک - ضلع پشاور
پاکستان